(تربیت اولاد)

دوسرا حصہ

صالح انسان کی تیاری

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

(تربیت اولاد)

دوسرا حصہ

صالح انسان کی تیاری

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : صالح انسان کی تیاری (تربیت اولاد) دوسرا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : دسمبر 2017ء

تعداد : 1200

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : ww.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیرنٹنگ (تربیت اولاد) کے اس سیشن (Session) میں ہم کچھ خاص چیزیں دیکھیں گے تاکہ تربیت کے بارے میں ذہن Clear ہو جائے۔ تربیت کا جو مفہوم ہماری زبان میں سمجھا جاتا ہے اصلاً اس کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔

''تربیت'' باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا لغوی مفہوم ہے ''غذا پہنچانا''۔

آپ جانتے ہیں کہ غذا پہنچانے کا عمل مسلسل ہوتا ہے۔ ابتداء سے ہی ایک بات اپنے ذہن میں رکھ کر چلئے گا کہ جب کسی بچے کو غذا پہنچانا ختم کر دیا جائے تو کیا ہوتا ہے؟ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

میری لینڈ یونیورسٹی نے Media Addiction کے حوالے سے ایک سروے کروایا تھا۔ سروے کے دوران ایک ایسے جوڑے کا پتہ چلا جو نیٹ پر 12 گھنٹے مصروف رہے اور ان کی آٹھ ماہ کی چھوٹی سی بچی تھی جو اس دوران مستقل روتی رہی، چلاتی رہی کہ مجھے غذا مل جائے لیکن ماں باپ دونوں کو ہی ہوش نہیں تھی حتیٰ کہ اس بچی کی Death ہو گئی اور غذا نہ ملنے کا نتیجہ سامنے آ گیا ماں باپ اس بات کو اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں کہ بچے کو غذا ملنی کیوں ضروری ہے؟ اس کی زندگی کے لیے، اس کی حیات کے لیے۔

تو بات یہ ہے کہ جیسے انسان کا مادی جسم ہے بالکل اسی طرح سے اس کا عقلی اور روحانی وجود بھی ہے۔ تربیت کا تعلق تینوں چیزوں سے ہے جسم سے بھی، عقل سے بھی، روح سے بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روحانی غذا اور عقلی غذا ہر بچے کی ضرورت ہے، جیسے ہر بڑے کی ضرورت ہے ایسے ہی ہر بچے کی بھی ضرورت ہے۔ تربیت تب ہوتی ہے جب مسلسل یہ عمل جاری رہے اور مسلسل غذا پہنچتی رہے۔

اسی طرح سے عربی زبان میں تربیت کا لفظ تعلیم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تربیت کا

ایک معنی نشو ونما کرنا اور نشو ونما دینا بھی ہے۔اسی طرح سے اردو زبان میں تربیت کا لفظ ”پرورش“ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ پرورش جسم کی جاتی ہے۔ پرورش کا تعلق جسم کے ساتھ ہے اسی وجہ سے لوگ جسمانی غذا کی فکر کرتے ہیں اور روحانی اور فکری غذا کی فکر نہیں کرتے۔

اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ مخصوص اصولوں کی بنیاد پر انسان کی روحانی، فکری، عقلی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی جذباتی اور نفسیاتی تربیت کرنا۔اس لحاظ سے تربیت کا تعلق بنیادی طور پر عملی راہ نمائی سے ہے۔جب ہم نبی ﷺ کی بعثت کے مقاصد دیکھتے ہیں تو چار مقاصد ہیں جو قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔(آل عمران:164)

یہ چار مقاصد ہیں:

1۔تلاوت آیات　　　　2۔تعلیم کتاب

3۔تعلیم حکمت　　　　4۔تزکیہ نفس

آپ ﷺ نے اپنی نبوت کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

”میں تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔“ (سلسلہ احادیث صحیحہ:45)

یعنی میری بعثت کا مقصد اخلاقی تربیت ہے۔اخلاقی اصول ہر جگہ پر ہوتے ہیں معاش میں بھی، معیشت، معاشرت اور انسان کی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق اخلاقی اصول

ہوتے ہیں۔بنیادی طور پر جس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ انسان جسم بھی رکھتا ہے روح اور عقل بھی۔تربیت کرنے والے کا اصل کام یہ ہے کہ توازن قائم کرے یعنی ایسا نہ ہو کہ صرف جسمانی تقاضے پورے ہوں اور روحانی وعقلی تقاضے پورے نہ ہوں، یا یہ کہ صرف روحانی تقاضے پورے ہوں اور جسمانی تقاضے پورے نہ ہوں توازن ضروری ہے اور اس کے لیے آپ زندگی میں جو راہ نمائی لینا چاہیں وہ آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے ملے گی:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۃ الاحزاب:21)

''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔''

آج بھی اور آئندہ بھی ،اصلاً کرنے والا کام یہ ہے کہ آپ اپنے بنیادی مآخذ یعنی ''قرآن وسنت'' سے ہدایات لینا سیکھ سکیں یعنی جس میدان (Field) میں آپ کو کوئی الجھن (Confusion) ہے آپ نبی ﷺ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔میں یہ چاہتی ہوں کہ ان چند Sessions میں آپ کو علمی اور عملی طور پر ان شاء اللہ مدد کرنے کی کوشش ضرور کریں گے کہ آپ اپنی زندگی میں کسی بھی میدان (Field) میں چلنا شروع ہو جائیں اور ان شاء اللہ پھر بھاگیں گے بھی جب تحقیقات کریں گے اور عمل کریں گے۔

یاد رکھئے گا تربیت کا زیادہ تعلق عمل سے ہے اور اگر عملی طور پر نہ کیا تو لفظ سہارا نہیں بن سکتے۔لفظ آپ کی مدد تب کریں گے جب آپ عمل کریں گے۔لیکن جب آپ عمل نہیں کرتے تو آپ تربیت نہیں کرتے (یہاں عمل سے مراد تربیت کا عمل ہے)۔اس کا مطلب ہے کہ یہ الفاظ کہیں آپ کے اندر ہی سسک سسک کر دم توڑ جائیں گے۔اس وجہ سے آپ کو عملی طور پر سیکھنا ہے اور اس کا طریقہ کار میں نے آپ کے سامنے رکھا۔Options بہت ساری ہیں لیکن آپ نے ابتدائی طور پر ایک بچہ لینا کرنا ہے خاندان، دوستوں یا ہمسائیوں میں سے، یا سکول کا بچہ۔

تربیت کا میدان، عملی میدان ہے۔عملی کوششیں کریں گے تو آپ کے لیے بہت

آسانی ہوجائے گی۔ان شاء اللہ۔

سب سے اہم بات، جو اس کورس کی روح ہے وہ یہ کہ تربیت کرنے کا مقصد کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کے توسط سے ہمیں مقصد سمجھایا، تربیت کا مقصد کیا ہے؟''صالح انسان کی تیاری''، اسلام صالح انسان تیار کرنا چاہتا ہے۔تربیت کرنے کا مقصد صالح انسان کی تیاری ہے۔

صالحیت کے بارے میں جاننا کتنا زیادہ ضروری ہے کہ صالحیت کی بنیاد کیا ہے؟ صالحیت کا بیج کیسے ڈالا جائے تو وہ پھوٹتا ہے اور اس سے کونپل بھی نکلتی ہے اور اس کی جڑ زمین کے اندر جاتی ہے اور کس طرح اس کی شاخیں نکلتی ہیں؟ اس کے اوپر پھول اور پھل لگتے ہیں، وہ کھجور کا تناور درخت بن جاتا ہے کیونکہ مومن کی مثال اللہ تعالی نے کھجور کے درخت سے دی ہے۔قرآن حکیم میں رب العزت نے اس کو واضح فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ابراھیم:۲۴)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

کون سی جڑ مضبوط ہوتی ہے؟ جو زیادہ گہری ہو وہ مضبوط ہوتی ہے۔

''اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔''یعنی صالح انسان کا کردار اتنا اعلی ہے کہ شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔

کھجور کے درخت کا پھل کہاں لگتا ہے؟ شاخوں کے درمیان میں۔جیسے اللہ پاک اس کو لگاتے ہیں۔ان گابھوں میں کتنی خوب صورتی ہے جن کے اندر کھجور کے خوشے اور پھر ان کے اندر کھجوریں لگتی ہیں۔الحمدللہ

زندگی میں کھجور کے درخت کی مثال ضرور سامنے رکھئے۔

اوراس کوDraw بھی ضرور کریں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ جڑ کیا ہے اس کو کیسے مضبوط کیا جاسکتا ہے؟ جب آپ اس کو سمجھ لیں گے تو مضبوط جڑ بنانی آجائے گی۔ ان شاءاللہ

آپDraw کریں گے کہ اس کا تنا کتنا مضبوط اور بلند ہے اور پھر اس کی شاخیں کیسی ہیں اوراس پر لگنے والا پھل کیسا ہے؟

انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے مٹی سے اتنی قیمتی اور اتنی عمدہ کھجور بنتی ہے جو مکمل غذا (Complete Diet) ہے۔

تو تربیت کا مقصد کتنا عظیم ہے یعنی صالح انسان کی تیاری۔

ایک دلچسپ بات شیئر کرنا چاہتی ہوں ماں باپ کے لیے بھی اور جو ابھی ماں باپ نہیں بنے ان کے لیے بھی۔ جو انسان کسی کی تربیت کرتا ہے اس کو پہلے خود ٹھیک ہونا پڑتا ہے سب سے زیادہ نفع اپنی ذات کو ہوتا ہے۔ وہ کام جو آپ کہتے ہیں کہ ہم کر نہیں پارہے وہ بہت تیزی سے ہونا شروع ہوجائے گا جب آپ ذمہ دار(Responsible) ہو جائیں گے، جب ذمہ داری قبول کریں گے ان شاءاللہ۔

اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دل میں ایمان اور تقویٰ کا بیج بونا ہے۔

تقویٰ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ زندگی کی ساری مایوسیوں کا جواب تقویٰ ہے۔ تقویٰ دراصل امید باندھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا ہے۔

دوسری چیز خوف ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رک جانا تقویٰ ہے۔ اصلاً ایک ننھا بچہ ہو، بالکل نوزائیدہ اس کے دل میں بھی ایمان کا بیج بونا ہے، (ہم طریقے دیکھیں گے کہ کس طرح ایمان کا بیج بویا جاتا ہے۔) اس کے دل میں بھی تقویٰ کا بیج بونا ہے اور ایک نوجوان ہے یا بوڑھا ہے تو کام تو ایک ہی ہے تربیت کا۔ دل میں ایمان کا بیج بونا ہے۔ جس نے دعوت الی اللہ کا کام کرنا ہے اس نے دراصل کاشت کاری کرنی

ہے۔ یہ بات ضرور ذہن میں رکھئے گا کہ کاشت کاری کرنی ہے۔ اللہ پاک نے مثال دی ہے قرآن حکیم میں سورۃ الفتح کی آخری آیت میں۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح: ۲۹)

''اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔'' (سورۃ الفتح:29)

کھیت کی مثال دی کہ کیسے بیج اگتا ہے اور کیسے فصل پروان چڑھتی ہے؟

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ

''پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔''

اب وہ اپنے تنے پر، تنا خواہ چھوٹا سا ہو یا بڑا، بہت قوت والا اور بہت چوڑائی رکھنے والا تنا ہو، تنا تو تنا ہی ہے۔ شخصیت کے اندر جب اللہ رب العزت کا یقین آتا ہے تو یہ یقین کتنا گہرا اتر جاتا ہے اور کتنا تناور ہو جاتا ہے جب یہ باہر نکلتا ہے تو اعمال صالح کی صورت میں، یہی یقین کہیں پھول بن جاتا ہے اور کہیں ایسا پھل بن جاتا ہے جس سے انسانیت فائدہ اٹھاتی ہے۔

نبی ﷺ نسل انسانی کے کاشت کار تھے اور ہمیں بھی یہی کاشت کاری کرنے کا حکم دیا گیا۔

کاشت کار اپنی فصل کو کبھی نہیں بھولتا اور اپنے آپ کو فصل کے نام سے منسوب کرنا

چاہتا ہے اپنے نام سے فصل کو منسوب نہیں کرتا۔ کھیت کے نام سے خود کو منسوب کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو Landlord کہلوانا پسند کرتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

''کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ اُن کی وجہ سے کافروں کو جلائے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے کہ ان کو اجر عظیم عطا کرے گا۔'' یعنی اس کاشت کاری کا اتنا بڑا اجر ہے۔

تربیت بنیادی طور پر کاشت کاری جیسا کام ہے۔ آپ نے بیج کو کاشت کرنا ہے تو پھر نگہبانی بھی کرنی ہے کہ بیج اُگ گیا ہے یا نہیں۔ کاشت کار حساب کتاب رکھتے ہیں۔ اگر بارش ہو جائے اور بیج اندر ہی کہیں سخت زمین میں دب جائے تو کاشت کار پھر زمین کو ہموار کرتا ہے یعنی اس کو نرم کرتا ہے اور نیا بیج بو دیتا ہے یہ ہے کرنے والا کام۔ ایک ایک لمحے کے لیے دھیان رکھتا ہے۔ جیسے وہ فصلیں جن پر دشمن کیڑے زیادہ آتے ہیں تو ان دشمن کیڑوں پر سپرے بھی کرتا ہے۔ فصل کو زیادہ خوراک چاہئے، اس کی مضبوطی کے لیے کہیں وہ کھاد ڈالتا ہے، کہیں پانی دیتا ہے زمین کی قوت کو بڑھانے والے سارے ہی کام کرتا ہے۔ اور پھر وہ فصل ایسی جگہ پر بوتا ہے جہاں سورج کی روشنی آئے اور تازہ ہوا بھی آئے۔

اب دیکھیں کاشت کار کا رول کیا ہے؟

وہ کبھی پودے اور سورج کے درمیان حائل نہیں ہوتا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

قرآن ہمیں نبی ﷺ کی پانچ حیثیتیں بتاتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا (الاحزاب:45)

اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (الاحزاب:46)

اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

سراج منیر کون ہے؟ محمد ﷺ۔

محمد ﷺ نے کیا کام کیا؟ اللہ رب العزت کے ساتھ انسانوں کا تعلق قائم کیا۔

تو اصل منبع (source)، جہاں سے روشنی مل رہی ہے اسے کبھی نہیں کاٹنا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَ نْبِیَاءِ (ابو داؤد، کتاب العلم)

''علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔''

تو اہل علم کے ساتھ تعلق جوڑ کر رکھنا تاکہ روشنی کا یہ تسلسل برقرار رہے کیونکہ یہ تسلسل برقرار رکھنا ضروری ہے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ دوسروں کو اپنی ذات کے گرد گھماتے رہتے ہیں۔

ماں اپنی ذات کے گرد گھمانا چاہتی ہے۔ کیا پھر بچے اس کی ذات کے گرد گھومتے ہیں؟

کبھی نہیں گھومتے۔ جتنا زیادہ وہ گھمانا چاہتی ہے اتنی ہی زیادہ وہ تکلیف کاٹتی ہے۔

اس صورت حال کی کتنی خوب صورت عکاسی کسی شاعر نے کی ہے:

؎ چکور اداس ہے کہ رُت بچھڑنے کی آئی　　　بچے خوش ہیں کہ اڑنا سیکھ لیا

بچے تو نئی فضاؤں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

تو تربیت کا معاملہ بہت زیادہ اہمیت کا معاملہ ہے۔ رب العزت نے اس کی حقیقت سمجھانے کے لیے پہلی مثال کھجور کے درخت کی دی۔

اَصْلُھَا ثَابِتٌ (ابراھیم:24)

اس کی جڑ مضبوط ہے۔

آپ کے ذہن میں ہمیشہ کھجور کا درخت رہے۔ صحابہ کرام کے ذہن میں اتنا زیادہ

رہتا تھا کہ نبی ﷺ نے ایک بار سب لوگوں سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی مثال کس چیز سے دی ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اچھا مجھے بتاؤ تو وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کی مانند ہے جس کے پتے نہیں گرتے ہر وقت میوہ دے جاتا ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے دل میں آیا وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے جواب نہیں دیا تو مجھ کو ان بزرگوں کے سامنے کلام کرنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔ جب ان لوگوں نے کچھ جواب نہیں دیا تو نبی ﷺ نے خود ہی فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ جب ہم اس مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ ابا! اللہ کی قسم میرے دل میں آیا تھا کہ میں کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو نے کہہ کیوں نہ دیا۔ میں نے کہا آپ لوگوں نے کوئی بات نہیں کی میں نے آگے بڑھ کر بات کرنا مناسب نہ جانا۔ انہوں نے کہا: واہ اگر تو اس وقت کہہ دیتا تو مجھ کو اتنے اتنے (لال لال اونٹ کا) مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔ (صحیح بخاری 4698)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ساری زندگی اس کا قلق رہا کہ ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیوں نہیں رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا۔ یہ جواب دینا کتنا زیادہ ضروری تھا۔ ہمیں صحیح بخاری میں 20 کے قریب احادیث اس بارے میں ملتی ہیں۔ مسلمان کی مثال کھجور کے درخت سے دی گئی اور یہ دراصل صالحیت کا درخت ہے کہ اسلام تربیت کرنا چاہتا ہے تو تربیت کرنے کا مقصد کیا ہے؟

صالح انسان تیار کرنا، صالح معاشرہ تیار کرنا۔

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی (Basic Unit) ہے اور خاندان میں یہ ذمہ

داری ماں اور باپ دونوں انجام دیتے ہیں۔ معاشرے میں یہ ذمہ داری ہر فرد کی ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اپنا رول ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ انسان صرف جسمانی وجود نہیں رکھتا روحانی اور عقلی وجود بھی رکھتا ہے۔ دراصل اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان کے قلب کے اندر ایمان کا بیج بویا جائے، تقویٰ کا بیج، ایثار اور قربانی کا بیج۔ لیکن ایک بات اہم ہے جب تک کوئی انسان ایثار نہیں سیکھتا تو وہ خودغرض بن جاتا ہے تو اس کا ایمان اور اس کا تقویٰ نفع نہیں دے سکتا۔ ایثار کرنے والا کہیں اپنے وقت کا ایثار کرتا ہے، کہیں مال کا ایثار کرتا ہے، کہیں کسی اور چیز کا ایثار کرتا ہے، جس کا بھی ایثار کر سکے قربانی کا جذبہ ضروری ہے۔ یہ چیز ماں باپ نے سکھانی ہے، تربیت کرنے والے مربی نے سکھانی ہے۔ اس نے ایثار سکھانا ہے۔

ایثار کو ایک اور اعتبار سے دیکھتے ہیں۔ ایک ہے بانٹنا، Share کرنا۔ Share کرنے کا مطلب ہے کہ جیسے میں لے رہا ہوں ایسے آپ بھی لے لو۔ تو یہ برابری ہے۔ ایثار اور قربانی کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اپنا حصہ دے دینا۔ یہ ایثار ہے، قربانی ہے۔ بنیادی طور پر دل کے اندر یہ بیج بونے ہیں۔

اسلام کی نظر میں اخلاقی ضابطے قید نہیں ہیں۔ دنیا میں اخلاقی ضابطوں کو قید سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے دنیا میں آزادی یعنی لبرٹی کا تصور دیا گیا۔ مجسمہ آزادی (Statue of Liberty) بنایا گیا اور ساری دنیا کو مادر پدر آزاد تہذیب سکھادی گئی۔ اس کے لیے سب کا رخ اپنے دل اور عقل کی طرف موڑ دیا گیا کہ جو تمہارا دل کہتا ہے وہ کرلو، جو تمہاری عقل کہتی ہے وہ صحیح کہتی ہوگی وہی کرلو۔ اصول ضابطوں کو قید بنا کر دکھایا گیا۔ اسلام کہتا ہے کہ اخلاقی ضابطہ میزان ہے، معیار (Standard) ہے کہ کم از کم آپ سے یہ مطلوب ہے۔ تو مطلوبہ معیار، مطلوبہ میزان پر پورا اترنا بہت زیادہ ضروری ہے۔

اسی طرح سے زندگی کے ہر مرحلے پر معیار (Standard) سامنے رکھیں۔

کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے اخلاقی ضابطوں کا کوئی معیار رکھا ہے؟

اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہمارے لیے معیار بنایا ہے۔ جیسی زندگی آپ ﷺ نے گزاری اس کے پیچھے ہم نے بھی ویسی زندگی گزارنی ہے۔ ان شاء اللہ

پھر روح، جسم اور عقل کی تربیت کا طریقہ کار ہے۔ اسلام نے روح کی ایک غایت، ایک مقصد رکھا ہے اور اس کا ایک وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ غایت یعنی مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ عزوجل سے ایسا زندہ تعلق قائم کرے جس کا اثر انسانی نفس پر منعکس ہو۔ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں وہ اللہ رب العزت کا تصور ذہن میں رکھے۔

ہم اس بارے میں اسماء وصفات اور عقیدہ میں پڑھ رہے ہیں۔ تصوراتی ربط (Contact at Conceptual Level) قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اپنے تصور کا ربط قائم کریں۔ جس نے تربیت کرنی ہے، اس نے تصور قائم کرنا سکھانا ہے۔

ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ جیسے ایک بچے کو جب ماں اللہ تعالیٰ کی بات بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ اور آپ کسی چھوٹے سے بچے سے بھی پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو وہ کہے گا اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ جانتے ہیں اتنی سادہ سی بات ہے کی حقیقت کتنی گہری ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

کتنی سادگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ایک لونڈی سے سوال کیا تھا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میری ایک لونڈی تھی جو اعد اور جوانیہ (ایک مقام کے نام ہے) کی طرف بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں جو وہاں آنکلا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں مجھ کو بھی غصہ آجاتا ہے جیسے ان کو غصہ آتا ہے۔ میں نے اس کو ایک طمانچہ مارا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا یہ فعل بہت بڑا قرار دیا۔ میں نے کہا:

یارسول اللہ! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو میرے پاس لے کر آ''، میں آپ ﷺ کے پاس لے کر گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا: آسمان پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کون ہوں؟'' اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں یعنی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کو آزاد کر دے یہ مؤمنہ ہے۔'' (مسلم:1199)

تو یہی بات تو چاہئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس کے دل میں یہ بات بسی ہوئی تھی کہ اللہ اوپر ہے، سب سے اوپر۔ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی بنیادی بات دراصل انسان کے مومن ہونے کے لیے معیار ٹھہرائی گئی۔

تو اسلام کا مقصد یہ ہے اور تربیت کی غایت بھی یہی ہے کہ ہر دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا زندہ تعلق قائم ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کیسا ہے؟ اس کی صفات کا تصور رکھتا ہو کہ وہ دیکھتا ہے، اس کو پتہ ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے، اس کو ہر ایک کی پوری خبر ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں جیسے عموماً مائیں بچے کو انعام دینا چاہتی ہیں تو کہتی ہیں کہ اچھا آپ فلاں اچھا کام کرو گے تو آپ کے تکیے کے نیچے کوئی پری چاکلیٹ رکھ جائے گی۔ اب وہ بچہ اپنے ذہن میں کیا چیز قائم کرتا ہے؟ مافوق الفطری مخلوق ہے جو اللہ نہیں ہے وہ رزق دیتی ہے۔ مائیں ایسے ہی شرک سکھاتی ہیں جب کہ انہیں پتہ نہیں ہوتا لیکن تصوراتی طور پر اس طرح ماں بچے کو شرک سکھاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ساتھ جوڑنے کی بجائے کسی اور ہستی کا تعلق سکھاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے زندہ تعلق سکھانا دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات سکھانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم دینا ہے کہ وہ کیسا مہربان ہے، کتنی رحمت کرتا ہے، وہ کیسے ہمارے

جائیں گے۔کہیں چھپادو جہاں آپ کا دل چاہتا ہے۔لو دیکھو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کا تصور (Concept) سکھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا تصور (Concept) سکھا سکتے ہیں۔ماں باپ کی زندگی میں ہزاروں مواقع ہوتے ہیں جہاں وہ بتا سکتے ہیں کہ دیکھو آپ اللہ تعالیٰ کو پکارو گے، اس سے دعا کرو گے تو وہ دعا سنے گا اور آپ کی دعا قبول کر لے گا۔تو جب بچہ تجربہ کرے گا کہ اس کی دعا قبول ہوگئی تو اس کے دل کے اندر یقین اترے گا کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ وہ میری سنتا ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے اور یہ دیکھنے کا تصور ایسا ہے جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کے دل میں باندھنے کی کوشش کی تھی کہ اگر کوئی ذرہ کسی چٹان کے نیچے ہو، آسمانوں میں ہو یا زمین میں، اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا۔اللہ تعالیٰ کا تعلق یہ تربیت کی بنیاد ہے کہ کہیں بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتے۔ایک بچہ خالص مسلمان بن سکتا ہے اس تصور کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے۔اس کی تنہائیاں مسلمان ہو سکتی ہیں۔

پھر تربیت کی غایت تو یہ ہے کہ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں ایک بچہ اپنے رب کا تصور باندھ سکے اور اس تصور کے مطابق اپنی زندگی کو تبدیل کر سکے یعنی اس کے بارے میں صحیح فیصلہ (Right Decision) کر سکے۔کیا کوئی بچہ دوسرے کی چیز لیتے ہوئے سوچے گا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے؟ اگر اس کو پریکٹس کروائی جائے تو وہ بہت سچا مسلمان بن سکتا ہے۔ان شاء اللہ۔پھر اس کے دل میں نفاق نہیں رہے گا۔اس کے دل کے اندر کچھ اور اور ظاہر میں کچھ اور نہیں ہوگا۔

ہم یہ دیکھیں گے کہ تربیت کا ذریعہ، وسیلہ کیا ہے؟

اس کا ذریعہ بنیادی طور پر ایک ہی ہے دل کے تاروں کو چھیڑا جائے، ان میں حرکت پیدا کی جائے۔

دل کے اندر

جب ارتعاش پیدا ہوتا ہے

جب لہریں اٹھتی ہیں

تو

اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے

اور یہ کیسے ممکن ہے کائنات کی نشانیوں کو دکھا کر، سورج چاند ستارے، جتنی مخلوقات ہیں پودے، جانور، پھل پھول، ایک ایک چیز، اب تو اتنی آسانی ہو گئی ہے کتنی چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق سکھایا جا سکتا ہے۔ کوئی چیز پکڑیں۔ کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔

بچے کے دل میں جب ماں اپنے بہن بھائیوں کی محبت بوتی ہے اور اپنی ماں کی اور اپنے باپ کی محبت بوتی ہے تو بچے اس محبت کو سیکھ جاتے ہیں۔ کیوں بچے ننھیال کی طرف مائل (Inclined) ہوتے ہیں؟ ماؤں کے اثر کی وجہ سے۔ ماں بچے کو سکھاتی ہے چندا ماموں دور کے کیونکہ ماں اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی ہے اور وہ چاند سے تشبیہ دے کہ اپنے بچے کے دل میں ماموں کو بٹھا دیتی ہے اللہ تعالیٰ کو نہیں بٹھاتی۔ اس کو طریقہ آتا ہے بٹھانے کا لیکن جس کسی کے بارے میں وہ چاہے گی، ارادہ کرے گی، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے گی، اس کی محبت دل میں بودے گی۔

اصل مقصد یہ ہے کہ بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا ہو یعنی ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پھرنا، اللہ تعالیٰ سے مانگنا، معافی یا دعا استغفار یا دعا اللہ تعالیٰ سے۔ تو جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا سیکھ جائے، سمجھ لیں کہ اس کے دل کے تار چھڑ گئے ہیں ان تاروں میں حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں اور اسلام نے تربیت کے لیے دل کے رخ کو موڑنے کی

کوشش کی ہے کچھ امور کی طرف متوجہ کیا، جن میں سے پہلا یہ ہے کہ انسان کائنات پر غور فکر کرے اور جب وہ کائنات پر غور وفکر کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی قوت کا تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کتنی قدرت والا ہے!

رب العزت نے فرمایا:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ ز وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ

بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (الملک:1)

اللہ چاند کا بھی رب ہے سورج کا بھی رب ہے دعاؤں سے آپ سیکھتے ہیں۔ جیسے چاند نکلنے کی دعا میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے تعلق کو کیسے سکھایا۔ آپ ﷺ کی دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّي وَرَبُّکَ اللّٰه (السلسله الصحيحه:1816)

''اے اللہ! تو اسے ہم پر طلوع کر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ، (اے چاند!) تیرا رب بھی اللہ ہے اور میرا رب بھی اللہ ہے۔

بچوں کو سکھا کر سنیں گے تو آپ کا اپنا دل خوشی سے سرشار ہو جائے گا۔

اے چاند! تیرا رب بھی اللہ ہے اور میرا رب بھی اللہ ہے۔

بچوں کو یہ بات کتنی پیاری لگتی ہے۔ چاند کا رب کون ہے اور آپ کا رب کون ہے؟ چاند کا بھی وہی رب ہے جو میرا رب ہے۔ الحمدللہ

آپ جب تعلق باللہ سکھائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت تو ان شاء اللہ تعالیٰ خود آپ کی محبت میں بھی اضافہ ہوگا۔ جب آپ ان کے دل کے تار چھیڑیں گے تو آپ کے تار اس کے ساتھ ساتھ چھڑیں گے۔ جب آپ دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی قوت اور طاقت بسانے کے لیے

کوشش کریں گے تو آپ کے دل میں اس کا تصور اور زیادہ گہرا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تصور کر کے تسبیح اور تحمید سکھائیں، سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کیونکہ یہی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مربوط (Connected) رکھتی ہے۔ ہر خوبصورت، عجیب اور حیرت زدہ کرنے والی چیز کو دیکھ کر سبحان اللہ کہیں۔ بچے کو روحانی طور پر بھی سبحان اللہ اور الحمدللہ سکھایئے۔

ہم نے دیکھا کہ اسلام تربیت کے جن اصولوں کی طرف متوجہ کرتا ہے ان میں پہلا کام ہے کائنات پر غور و فکر کر کے اللہ کی قدرت اور قوت کا اندازہ لگانا اور سکھانا ہے اس کے ساتھ تسبیح اور تحمید، یعنی سبحان اللہ، الحمدللہ کہنا۔ دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنا علم رکھتا ہے۔ یہ سیکھنا اور سکھانا ضروری ہے۔ تربیت کے عمل میں بے حد اہمیت رکھنے والی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے۔

آپ کہیں بچے کے ساتھ باہر جاتے ہیں اور اسے درختوں کے پتے دکھاتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں پتوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ بچے سے کہیں کہ ان پتوں کو گنیں۔ گن کر بتائیں کتنے پتے ہیں؟ گن گن کے لوگ تھک جائیں تو انہیں بتائیں کہ ہم گن نہیں سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب گنے ہوئے ہیں اس کو سب پتا ہے۔ کوئی پتہ ایسا نہیں جو اس نے نہ پیدا کیا ہو، جس کا اسے علم نہ ہو۔

اصولی طور پر جان لیں سکھانے کے لئے ہزاروں طریقے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت ہی اصل حقیقت ہے۔ اسی سے حقیقی معنوں میں سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا سیکھ پائیں گے اور دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں ان کا تصور قائم کرنا جو یقین تک چلا جائے۔ یقین پیدا کرنا کہ چھوٹی بڑی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے پھر اس کو احساسات ور جحانات کی طرف لائیں۔ جو آپ سوچو گے جو آپ کا دل چاہے گا، اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ آپ کے دل میں بات بعد میں آئے گی اللہ تعالیٰ کو پہلے پتا چل جائے

گی۔آپ تجربے کے ذریعے یہ چیزیں سکھائیں گے تو ان شاء اللہ بہت عمدہ طریقے سے سیکھیں گے۔ کیونکہ ان احساسات کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، بچہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جڑ جاتا ہے اور بڑا بھی جس کی آپ تربیت کریں۔

تیسری چیز دل میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خشوع پیدا کرنا ہے۔دونوں باتیں اہم ہیں۔ تقویٰ اور دوسری چیز ہے خشوع یعنی اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا اور بچھنا، اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر خشوع نہیں آتا۔ پھر دل کو دنیا کے مال ومتاع سے بے رغبتی سکھانا یعنی ضرورت کی چیزیں لے لو مگر ہر چیز پر آپ کا دل نہیں للچانا چاہئے۔ابتدائی زندگی میں جب تربیت ہو جاتی ہے، تو بچے کا ان چیزوں کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں رہ جاتا۔اسی طرح جب بچے کو آپ اللہ تعالیٰ کے علم کا شعور دیں گے تو اس کی وجہ سے اس کے احساس اور شعور میں تیزی آئے گی اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی اطاعت کی جانب مائل ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے دل میں رغبت محسوس کرے گا۔

آؤ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، آؤ اللہ تعالیٰ کی باتیں کریں یہ فقرے بچوں کے دل کو پکڑ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایسی یادیں چاہتا ہے ۔آپ اس کی یادوں (Memory) کو بڑھا رہے ہیں، ان میں اضافہ کر رہے ہیں اور خوبصورت یادیں اس کی زندگی کے لئے محفوظ کر رہے ہیں جو اس کو ساری زندگی میں مدد دیں گی ان شاء اللہ۔

جب کبھی بچہ اللہ تعالیٰ کا خشوع سیکھتا ہے، تقویٰ سیکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے وہ چاہتا ہے کہ اور اس کی اطاعت کرے۔وہ اللہ تعالیٰ کی جانب مائل ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں روح کی صفائی ہوتی ہے شفاف ہو جاتی ہے اور اس کا بوجھ ہٹ جاتا ہے کیونکہ انسان پر جتنی زیادہ گھبراہٹ طاری ہوتی ہے اتنا ہی وہ بوجھ تلے آجاتا ہے۔اس بوجھ کو ہٹانے کے لئے بنیادی طور پر دو چیزیں کام کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت اور اللہ تعالیٰ کے علم کا یقین۔

اسی طرح عقلی تربیت ہے۔ عقلی تربیت کا مقصد عقل اور دیگر طاقتوں کے مابین توازن قائم کرنا ہے۔ یہ بنیادی طور پر عقلی تربیت کے لئے ضروری ہے۔اس کے لئے گذشتہ اقوام کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا سیکھنا اور سکھانا ہے کہ پہلی قومیں کیسی تھیں،ان پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا،قومیں برباد ہوئیں۔ جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کے راستے پر نہیں چلتی وہ اسی طرح برباد ہو جاتی ہے۔

پھر اسی طرح جسم،روح اور عقل کے مابین ربط قائم کر کے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی تلقین کرنی ہے۔ مادی آلائشوں سے بچے کو بچانا بہت ضروری ہے۔ جب مادی آلائشوں سے بچائیں گے تو روح بھی ترقی کرے گی اور عقل بھی۔ ان شاء اللہ۔

یاد رکھئے گا تربیت کے میدان میں اصل فوکس صالح انسان تیار کرنے پر ہوتا ہے اور صالح انسان کی تیاری کے لیے جسم،روح اور عقل کا توازن (Balance) چاہئے جیسے روحانی تربیت کرنی ہے،ایسے ہی عقلی تربیت بھی کرنی ہے اور اسی طرح سے جسمانی تربیت بھی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین

جسم کی تربیت کے حوالے سے یاد رکھئے گا جسمانی صفائی اور طہارت بہت ضروری ہے۔ جب جسم کی صفائی سکھائیں گے تو ساتھ ہی روح کی صفائی کی طرف لے جائیں گے۔ اس میدان میں تاریخی واقعات مدد کریں گے ان شاء اللہ۔ کہانیاں، ہیروز کے واقعات بہت زیادہ مدد دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے تعلق کے وہ راستے جو محمد ﷺ نے سکھائے۔

طالبات کے سوالات کے جوابات

کوئی سول کرنا چاہیں تو آپ سوال کرلیں۔

طالبہ: میں اپنے گھر میں کہتی ہوں کہ بچوں کی تربیت کے لیے ہمیں اچھا ماحول دینا چاہئے تو والدین کہتے ہیں کہ ہمیں تو کوئی ماحول نہیں ملا تھا ہم بھی تو بڑے ہو ہی گئے۔ تو ان کو کیا کہنا چاہئے؟

استاذہ: یہ الجھن ہے جس کا کوئی اظہار کرتا ہے کہ ہمیں تو کسی نے نہیں سکھایا۔ یہ آپ کو جواب نہیں دینا۔ دراصل اپنی تکلیف کا اظہار کرنا ہے۔ ڈاکٹر کو جب کوئی کہتا ہے میرا گلا خراب ہے تو ڈاکٹر انھیں جواب میں یہ تھوڑی کہتا ہے کہ میں نے خراب کیا تھا۔ ڈاکٹر اس کی دوا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاں گلا خراب ہے تو آپ نے کیا کھایا تھا، کیا پرابلم ہوگئی جس کی وجہ سے گلا خراب ہوگیا؟ کبھی مریض الل ٹپ کچھ بتا دیتا ہے اور کبھی نہیں بھی پتا چلتا۔ پھر ڈاکٹر کوئی دوا تجویز (Suggest) کرتا ہے اور کہتا ہے ان چیزوں سے پرہیز کریں، یہ دوا کھائیں تو تربیت کرنے والے افراد بھی دراصل نسل انسانی کے طبیب ہیں۔ انہوں نے بھی پوری طرح حفاظت کرنی ہے اور دوسرے فرد کو اسی طرح ڈیل کرنا ہے کہ اس کو اگر کسی بات کا علم نہیں، سمجھ نہیں اور وہ اپنی الجھن کا اظہار کرتا ہے تو اپنے آپ کو سمجھائیں کہ میں نے اس گتھی کو سلجھانا ہے۔ ان شاء اللہ

طالبہ: الحمدللہ جب بھی کچھ چاہئے ہو تو میرے دونوں بچے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں لیکن جب دعا پوری نہیں ہوتی تو پھر وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ماما دعا کیوں نہیں پور ہوئی؟ پھر اس موقع پر مجھے کیا جواب دینا چاہئے؟

استاذہ: اسے یہی جواب دینا ہے کہ اس وقت کا ہمیں نہیں پتا لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا علم ہے کہ کس وقت کیا کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا پھر ان کو بتائیں کہ دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ تین باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی ہے یا تو اسی وقت پوری ہو جاتی ہے یا کچھ دیر بعد پوری ہوتی ہے یا اس کا آخرت میں اجر ضرور مل جاتا ہے۔

طالبہ: کچھ بچے تو Expressive ہوتے ہیں۔ ان کو ہم جب کوئی بات سکھاتے ہیں تو فوراً وہ اس کا اظہار کرتے ہیں لیکن جو بچے اندروں بیں (Introvert) ہوتے ہیں ان کو کوئی بات سکھائیں تو وہ Express نہیں کرتے پھر ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

استاذہ: اصل میں محبت بہت ضروری ہے۔ یہ احساس دلانا کہ آپ کی ہر بات میرے

لئے کتنی قیمتی ہے اور بچوں کو درست جواب (Response) دیں۔ بچوں کا اعتماد حاصل کریں۔ آپ اعتماد حاصل کریں گے تو بچے آپ سے شیئر کریں گے۔ وہ اندروں بیں (Introvert) نہیں رہیں گے۔ ان شاءاللہ

طالبہ: میرا بھتیجا ہے میں اس کو ابتدا سے ہی چاند دکھاتی تھی، لیکن وہ ڈر جاتا ہے جب اسے آسمان پر چاند دکھائیں تو وہ رونے لگتا ہے۔

استاذہ: بچہ چاند سے خوف کھاتا ہے اس کو کھوجنا بہت ضروری ہے کہ اس کے خوف کا سبب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ بچے کی والدہ نے یا گھر والوں میں سے کسی نے چاند سے کوئی چیز Relate کی ہو۔ اس کے لئے ایسے تجربات بہت ضروری ہیں کہ انہیں بتائیں جب پہلا انسان چاند پر گیا وہاں پر اس نے قدم رکھا تو اس نے کون سی آواز سنی؟ وہ مسلمان نہیں تھا نیل آرمسٹرانگ اور جب وہ مصر میں گیا، اس نے وہی آواز سنی تو اس نے کہا یہ تو بالکل وہ ہی آواز ہے جو میں نے چاند پہ اترتے ہوئے سنی تھی پھر اس کی کہانی گم کر دی گئی اب وہ منظر عام پہ نہیں آتی۔ جب بچوں کو ایسی بات بتائی جاتی ہے کہ وہ وہاں گیا تھا اس کو کتنا اچھا لگا ہوگا آپ سوچو کہ چاند کی مٹی کیسی ہوگی؟ کیا اس سے بھی روشنی نکلتی ہوگی؟ تو آپ کے دل میں کیا آتا ہے وہ سفید ہوگی یا کیسی ہوگی تو جو چاند پر گیا وہ کتنا ہمت والا شخص تھا وہ وہاں تک پہنچا تو ہمیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ کل انسان چاند پر پہنچتا ہے یا کسی اور ستارے یا سیارے پر۔ آپ کو تو جانے کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ آپ کہو کہ آپ بڑے ہو جاؤ گے آپ بھی اسی طرح سے چاند پر جا سکو گے لیکن اس کے لیے آپ ورزش کرو، پہلے آپ اپنے جسم (Body) کو اچھا بناؤ، آپ کی ہمت زیادہ ہو جائے پھر آپ چاند پہ جانے کے قابل ہو جاؤ گے تو اس طرح بتدریج اس کا خوف دور ہوتا جائے گا۔ اور خوف کسی وجہ سے ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ساتھ مائیں خوف دلا دیتی ہیں کبھی کسی جن کا خوف کبھی کسی پری کے بارے میں بات کہ فلاں بات نہ مانی تو جن آجائے گا اب ماں کو منانا تو نہیں آتا وہ منطقی استدلال

(Logical Reasoning) بھی نہیں کر سکتی ،لیکن جن ،بھوت ،پریاں فلاں ،فلاں سے ،بلی کتا شیر فلاں آجائے گا۔ایسی چیزوں سے ڈرانا یہ شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کے خوف کی بجائے کسی اور کا خوف سکھانا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں کچھ چیزیں نقصان نہیں دیتیں۔لیکن نقصان دہ چیزیں کا نقصان اس طرح تھوڑی بتایا جاتا ہے کہ اس کے اوپر سب سے زیادہ اسی کا خوف غالب آجائے اور اس کی شخصیت ہی خراب ہو جائے تو اس کے لئے تھوڑا سا بچے کو بھی سٹڈی کرنے کی ضرورت ہے کہ خوف کی بنیادی وجہ کیا ہے۔ وہ وجہ مل جائے گی ۔اس کی ماں سے بھی پوچھیں اور ارد گرد والوں سے بھی پوچھیں تو ان شاء اللہ پھر آسان ہو جائے گا آپ اس کے بارے میں الگ Discuss بھی کیجئے گا۔

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔